تقریر بابت سیرت رسولؐ
وقت 5-7 منٹ

✿✿✿ تقریر ✿✿✿

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنوں سے حسنِ سلوک

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ(الاعراف:200)

ترجمہ: عفو اختیار کر اور معروف کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کر۔

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال
وہ سب جمع ہیں آپ میں لامحال
صفات جمال اور صفات جلال
ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال
لیا ظلم کا عفو سے انتقام
عَلَیْکَ الصَّلاۃُ عَلَیْکَ السَّلَامُ

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنوں سے حسنِ سلوک“

اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی آخری شرعی کتاب قرآن کریم نازل فرما کر دین اسلام کو مکمل کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو جہاں قرآن کی عملی تصویر ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہمارے لئے اسوہ حسنہ بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ مجھے اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ چنانچہ ان اخلاق کا ظہور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے مقابلے پر بھی خوب ظاہر ہوا۔
اس وقت مَیں آپ کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اِسی پہلو یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دشمنوں سے حسنِ سلوک پیش کروں گا جس نے نیک فطرت لوگوں کو تو آپ کے عشق و محبت میں بڑھادیا اور منافقین کے گند سے صرفِ نظر کرتے ہوئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معاف فرما کر اُن سے کنارہ کشی اختیار فرمائی اور جیسا کہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے کہ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ تو دنیا پر ان لوگوں کی یعنی دشمنوں کی فطرت واضح ہوگئی۔

سامعین! ایک شخص فضالہ بن عُمیر فتح مکہ کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کر رہے تھے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب قتل کی نیت سے آیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے اس منصوبے کی خبر کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ لیا، بلایا تو وہ گھبرا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کس نیت سے آئے ہو۔ ظاہر ہے جب پکڑا گیا تو اس نے جھوٹ بولنا تھا، بہانے بنانے لگا۔ آپ مسکرائے اور پیار سے اسے اپنے پاس بلایا اور اس کے سینے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا، بغیر کسی خوف کے کہ ہتھیار اس کے پاس ہے، کس نیت سے وہ آیا ہوا ہے۔ فضالہ کہتے ہیں کہ جب آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا تو میری تمام نفرت دور ہوگئی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، تحطیم الاصنام صفحہ 747 دارالکتب العلمیۃ بیروت ایڈیشن 2001ء)

ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے بھی ساری عمر اسلام کی عداوت میں گزاری تھی۔ مدینہ پر بار بار حملے کیے۔ حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روکا اور پھر اس موقع پر جو معاہدہ کیا اسے توڑنے اور پامال کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ فتح مکّہ کے موقع پر امن کے اعلانِ عام کے باوجود ہتھیار نہ ڈالے بلکہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خالد بن ولید کے دستے پر حملہ کرکے حرم میں خونریزی کا موجب بنا۔ پھر اپنے جرائم کی معافی کی کوئی صورت نہ دیکھ کر یمن کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ اُس کی بیوی اُمّ حکیم مسلمان ہوگئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے اپنے خاوند کی امان کی طالب ہوئی۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امان نامہ لے کر اپنے خاوند کی تلاش میں اُس کے پیچھے گئی اور جاکر کہا کہ مَیں اُس عظیم انسان کے پاس سے آئی ہوں جو بہت ہی صلہ رحمی کرنے والا اور حُسنِ سلوک کرنے والا ہے، تم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ عکرمہ کو اپنے جرائم کے خیال سے معافی کا یقین تو نہ آتا تھا مگر اپنی بیوی پر اعتماد کرتے ہوئے واپس لَوٹ آیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوا تو آپؐ نے کمال شفقت کا سلوک کیا اور دشمن قوم کے اس سردار کے اعزاز کے لیے کھڑے ہوگئے۔ پھر اپنی چادر اُس کی طرف پھینک دی جو امان عطا کرنے کے علاوہ احسان کا اظہار بھی تھا۔ عکرمہ نے عرض کیا کہ میری بیوی کہتی ہے کہ آپ نے مجھے معاف فرمادیا ہے۔ آپؐ نے اثبات میں جواب دیا تو اُس کا سینہ کھل گیا اور آپؐ کی صلہ رحمی، حلیمی اور شانِ کریمی کا اظہار کرتے ہوئے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 92 بیروت)

سامعین! ابوسفیان کی بیوی ہند نے اسلام کے خلاف جنگوں میں کفار کو اُکسانے اور بھڑکانے کا فریضہ خوب ادا کیا تھا۔ جنگ احد میں حضرت حمزہؓ کی نعش کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا اور اُن کے ناک، کان اور دیگر اعضاء کاٹ کر لاش کا حلیہ بگاڑا اور کلیجہ چبا کر آتشِ انتقام کی آگ سرد کی۔ اس کے جرائم کی وجہ سے اسے بھی واجب القتل قرار دیا گیا تھا۔ فتح مکّہ کے روز ہند بھی نقاب اوڑھ کر آگئی اور بیعت میں شامل ہوگئی لیکن بیعت کے دوران ہی بعض شرائطِ بیعت کے بارے میں استفسار کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہچان گئے کہ ایسی دیدہ دلیری ہند ہی کرسکتی ہے۔ پوچھا کیا تم ہند ہو؟ کہنے لگی کہ یارسول اللہ! اب تو مَیں دل سے مسلمان ہوچکی ہوں، جو کچھ پہلے گزر چکا آپؐ اس سے درگزر فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپؐ کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک فرمائے گا۔
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ دیکھیں کہ ہند کو بھی معاف فرمادیا۔ تب اُس کے دل کی کایا پلٹی۔ اُس نے گھر میں جاکر سارے بُت توڑ دیے۔ پھر دو بکرے ذبح کرواکے بھونے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس پیغام کے ساتھ بھجوائے کہ آج کل جانور کم ہیں اس لیے یہ حقیر تحفہ پیش ہے۔ محسنِ اعظم جو کسی کے احسان کا بوجھ اپنے اوپر نہ رکھتے تھے، آپؐ نے ہند کے ریوڑ میں برکت کے لیے دعا کی۔ یہ دعا اس شان سے قبول ہوئی کہ ہند سے بکریاں سنبھالی نہ جاتی تھیں۔ وہ خود کہا کرتی تھی کہ یارسول اللہؐ! ایک وقت تھا جب آپؐ کا گھر میری نظر میں دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل اور حقیر تھا مگر اب روئے زمین پر تمام گھرانوں سے معزز اور عزیز مجھے آپؐ کا گھر ہے۔

(حلبیہ جلد 3 صفحہ 301 مطبوعہ بیروت)

سامعین! یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دے کر قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور ایک سریع الاثر زہر بہت بڑی مقدار میں بکری کی ران کے گوشت میں پکاکر سلام بن مشکم کی بیوی زینب کے ذریعے تحفۃً خدمتِ رسالت میں پیش کیا۔ آپؐ نے پہلا نوالہ ہی لیا تھا کہ آپؐ کو زہر کا احساس ہوگیا۔ ایک صحابی حضرت بشیرؓ نے لقمہ نگل لیا اور کچھ عرصے بعد اس زہر کے مہلک اثرات سے شہید ہوگئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب اور دوسرے یہود کو بلا کر پوچھا کہ ایسا کیوں کیا تو وہ کہنے لگی کہ ہم نے سوچا کہ اگر آپؐ سچے نہیں تو آپ سے نجات مل جائے گی ورنہ زہر آپؐ پر اثر نہیں کرے گا رسول کریمؐ نے بڑے جلال سے فرمایا خدا تعالیٰ تمہاری قتل کی تمام کوششوں کے باوجود تمہیں ہرگز میرے قتل کی طاقت نہیں دے گا۔

(السیرۃ المحمدیہ صفحہ 329)

اس عورت نے کہا کہ اب مجھ پر آپ کی سچائی کھل گئی ہے اور اُس نے وہیں اسلام قبول کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو بھی معاف فرمادیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الموت میں آخری سانس لے رہے تھے تو حضرت عائشہؓ سے فرمانے لگے اے عائشہ! میں اب تک اس زہر کی اذیت محسوس کرتا رہا ہوں جو خیبر میں یہودیوں نے مجھے دیا تھا اور اب بھی میرے بدن میں اس زہر کے اثر سے کٹاؤ اور جلن کی کیفیت ہے۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرض النبیؐ وفاتہ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کی خاطر اپنے اوپر ہونے والی کسی زیادتی کا انتقام نہیں لیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبَی نے ایک دفعہ مدینہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی گرد اُڑنے پر آپؐ کو بُرا بھلا کہا اور دوسرے موقع پر آپؐ کو نعوذ باللہ مدینہ کا ذلیل ترین کہا۔ ان گستاخیوں کے باوجود آپؐ نے اُس کا جنازہ پڑھایا اور نعش کے لیے کرتہ عطا فرمایا۔

شوال 10 نبوی میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے اور وہاں دس روزہ قیام کے دوران بہت سے روٴساسے ملاقات کی۔ مگر سب نے تمسخر کیا بلکہ رئیس اعظم عبدیالیل نے شہر کے آوارہ لڑکے آپؐ کے پیچھے لگا دیئے جو شور کرتے ہوئے آپؐ پر پتھر برساتے۔ آپؐ کا بدن خون میں تربتر ہو گیا۔ تین میل تک یہ بدبخت گالیاں دیتے اور پتھر برساتے ہوئے چلے آئے۔ ایسے ظلم عظیم پر خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی اور خدا تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپؐ کے پاس بھیجا جس نے عرض کیا کہ اگر ارشاد ہو تو پہلو کے دونوں پہاڑ ان لوگوں پر گرا کے ان کا خاتمہ کر دوں؟۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: نہیں نہیں، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں میں سے وہ لوگ پیدا کر دے گا جو خدائے واحد کی پرستش کریں گے۔

سامعین کرام! طائف کا ایک دور وہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لئے پہنچے تو آپؐ کو لہولہان کر دیا گیا۔ دوسرا دور یہ تھا کہ 8 ہجری میں طائف اسلام کی قوت سے مرعوب ہو چکا تھا چنانچہ اہل طائف کا ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں پہنچا۔ اس وفد کا رئیس عبدیالیل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی مرتبہ طائف میں قدم رکھا تھا تو وہی عبدیالیل جو آپؐ کی ایذاء رسانی میں پیش پیش تھا اور آج ایک وفد کا رئیس بن کر جھکی ہوئی گردن اور جھکی ہوئی آنکھ کے ساتھ حاضر دربار تھا۔ لیکن معلوم ہے اس بدترین بد تہذیب اور آزار رساں دشمن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا برتاؤ کیا اس کافر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سب سے مقدس مقام مسجد نبوی میں اتارا۔ صرف اسی کو نہیں اس کے ساتھیوں کو بھی صحن مسجد میں خیمے نصب کرا دیئے گئے اور یہ لوگ بلا تامل اس میں ٹھہرائے گئے اور ان کے ساتھ لطف وکرم کا برتاؤ کیا گیا۔

جب اس وفد کے لئے آپؐ نے خیمے نصب کرائے تو صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہ! یہ پلید مشرک قوم ہے مسجد میں ان کا ٹھہرانا مناسب نہیں۔ آپؐ نے فرمایا اس آیت میں دل کی بلندی کی طرف اشارہ ہے جسموں کی ظاہری گندگی مراد نہیں اور نہ کوئی انسان ان معنوں میں پلید ہے کیونکہ سب انسان پاک ہیں اور وہ ہر مقدس سے مقدس جگہ پر جا سکتے ہیں۔

(احکام القرآن جلد 3 صفحہ 901)

سامعین! اس واقعہ سے جہاں آپؐ کی شجاعت، بلند عزم وہمت اور بے نظیر صبر و استقلال پر روشنی پڑتی ہے وہاں آپؐ کی غیر معمولی محبت الٰہی اور اپنے دشموں سے حسن سلوک جیسے اعلیٰ خلق کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

ثمامہ بن اثال یمامہ کا رہنے والا تھا اور قبیلہ بنو حنیفہ کا ایک بااثر رئیس تھا۔ وہ اسلام کی عداوت میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ہمیشہ بے گناہ مسلمانوں کے قتل کے درپے رہتا تھا۔ آخر مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب عادت اُس کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا بلکہ اپنے گھر سے کھانا اُسے دیتے رہے۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ثمامہ کو مسجد نبوی کے صحن میں ہی کسی ستون کے ساتھ باندھ دو۔ غرض یہ تھی کہ تا نمازوں کے روحانی نظاروں سے متاثر ہو کر وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز صبح ثمامہ کے قریب تشریف لے جا کر دریافت فرماتے کہ "ثمامہ! اب کیا ارادہ ہے؟"۔ وہ جواب دیتا": اے محمدؐ! اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو آپؐ کو اس کا حق ہے کیونکہ میرے خلاف خون کا الزام ہے لیکن اگر آپ احسان کریں تو آپؐ مجھے شکر گزار پائیں گے اور اگر آپ فدیہ لینا چاہیں تو میں اس کے لئے تیار ہوں"۔ تین دن یہ سوال وجواب ہوتا رہا اور پھر آپؐ نے اُسے آزاد کرنے کا ارشاد فرمایا۔ وہ مسجد سے نکل کر ایک باغ میں گیا اور نہا دھو کر واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک وقت تھا کہ مجھے تمام دنیا میں آپؐ کی ذات سے اور آپ کے دین اور آپ کے شہر سے سب سے زیادہ دشمنی تھی لیکن اب مجھے آپؐ کی ذات اور آپ کا دین اور آپ کا شہر سب سے زیادہ محبوب ہے۔

سامعین! رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کے جرائم کی فہرست بہت طویل ہے۔ وہ ہر موقع پر اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا۔ ایک مرتبہ مدینہ آنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصاری سردار حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ راستے میں یہود، مشرکین اور مسلمانوں کی ایک مجلس میں عبداللہ بن ابی سلول بھی موجود تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے آنے سے گرد اٹھی تو اُس نے منہ ڈھانپ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا بھلا

کہنے لگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت سعد بن عبادہؓ کے گھر پہنچے اور اُن سے اِس واقعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے مدینہ کے مخصوص حالات میں عبد اللہ بن ابیٔ سے درگزر کرنے کی درخواست کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو معاف کر دیا۔

(بخاری کتاب الاستیذان)

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سردار منافقین عبد اللہ بن ابیٔ سلول کے پاس سے گزرے وہ ٹیلوں کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا، ناک بھوں چڑھا کر اُس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن ابی کبشہ کے نام سے پکار کر کہنے لگا کہ اس نے اپنی ساری غبار ہم پر ڈالی ہے۔ اس واقعہ کی اطلاع جب عبد اللہ بن ابی کے (مخلص مسلمان) بیٹے عبد اللہ کو ملی تو وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اگر آپؐ چاہیں تو مَیں اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپؐ کے قدموں میں لا ڈالوں۔ آپؐ نے اسے فرمایا کہ ہمارا ہرگز یہ ارادہ نہیں ہے۔ بلکہ ہم بہر حال تمہارے والد کے ساتھ نرمی اور احسان کا معاملہ کریں گے۔

(ہیثمی جلد 1 صفحہ 301)

ایک موقع پر اس نے برملا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سخت گستاخی کی۔ تو حضرت عمرؓ نے خدمت رسالت میں حاضر ہو کر اجازت چاہی کہ اُس کی گردن اڑا دیں۔ لیکن آپؐ نے فرمایا: عمر جانے دو۔ کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ لوگوں میں یہ چرچا ہو کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کرواتا پھرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اُس کو معاف فرمایا بلکہ اُس کا جنازہ بھی پڑھایا۔ جنازے کے ساتھ قبر تک تشریف لے گئے اور تدفین تک وہاں رہے۔

(بخاری کتاب الجنائز)

سامعین! ہبار ابن الاسود نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ پر اُس وقت نیزے سے قاتلانہ حملہ کیا تھا جب وہ مکّہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے اونٹ پر سوار تھیں۔ وہ حاملہ تھیں اور اونٹ پر سے پتھریلی زمین پر گرنے کی وجہ سے اُن کا حمل ضائع ہو گیا اور آخر اُن کی یہ بیماری وفات پر منتج ہوئی۔ اس جرم کی بنا پر ہبار کے لیے قتل کی سزا کا فیصلہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فتح مکّہ کے روز وہ بھاگ کر کہیں چلا گیا۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ تشریف لائے تو وہاں حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوا کہ پہلے تو آپؐ کے ڈر سے فرار ہو گیا تھا مگر پھر آپؐ کے عفو و رحم کا خیال مجھے آپؐ کے پاس واپس لایا ہے۔ پھر اپنی زیادتیوں کا اقرار کر کے اسلام قبول کر لیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اُسے معاف فرما دیا اور فرمایا جا ہبار اللہ کا تجھ پر احسان ہے کہ اس نے تجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق دی اور سچی توبہ کرنے کی توفیق دی۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد 22 صفحہ 431 مسند النساء ذکر سن زینب... حدیث 1051)

سامعین کرام! مختصر یہ ہے کہ مکّہ میں، طائف میں اور پھر مدینہ پہنچ کر بھی مشرکین اور یہود کے مظالم جاری رہے۔ عام مسلمانوں کو تو سرِعام شدید اذیتیں دی ہی جاتیں اور گلیوں میں گھسیٹتے ہوئے مارا پیٹا جاتا حتّٰی کہ بعض کو مار مار کر اندھا کر دیا گیا اور معصوم عورتوں کی شرمگاہ میں نیزہ مار کر شہید کر دیا گیا۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں کپڑا ڈال کر کھینچا گیا، اونٹ کی اوجڑی سر مبارک پر اُس وقت ڈالی گئی جب آپ سجدہ ریز تھے، طائف کے غنڈوں نے پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا۔ کئی سال شعب ابی طالب میں محصور رکھا گیا، قتل کی کوششیں کی گئیں اور ہر وہ ظلم توڑا گیا جو ممکن تھا۔ لیکن وہ رحمۃ للعالمینؐ ایسا تھا جس نے کبھی کسی تکلیف کا بدلہ نہیں لیا، ہمیشہ شفقت و عفو کا سلوک فرمایا بلکہ مسلمانوں کو جنگ کے دوران بھی یہی نصیحت فرمائی کہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں، راہبوں اور پادریوں پر حملہ نہ کیا جائے، درخت نہ کاٹے جائیں اور پانی کے ذخائر کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ جن کی دشمنی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکّہ سے ہجرت کرنا پڑی اُن کو بھی فتح مکہ کے روز معاف فرما دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”خدا کے مقربوں کو بڑی بڑی گالیاں دی گئیں۔ بہت بری طرح ستایا گیا۔ مگر ان کو اَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ (الاعراف:200) کا ہی خطاب ہوا۔ خود اس انسان کامل ہمارے نبی کو بہت بری طرح تکلیفیں دی گئیں اور گالیاں، بدزبانی اور شوخیاں کی گئیں۔ مگر اس خلق مجسم ذات نے اس کے مقابلہ میں کیا کیا؟ ان کے لئے دعا کی اور چونکہ اللہ نے وعدہ کر لیا تھا کہ جاہلوں سے اعراض کرے گا تو تیری عزت اور جان کو ہم صحیح و سلامت رکھیں گے اور یہ بازاری آدمی اس پر حملہ نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مخالف آپ کی عزت پر حرف نہ لا سکے اور خود ہی ذلیل و خوار ہو کر آپ کے قدموں پر گرے یا سامنے تباہ ہوئے۔“

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء صفحہ 99)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”کہنے کو تو یہ ایک عام سی بات ہے لیکن مسلسل ظلموں سے خود بھی اور اپنے صحابہ کو بھی گزرتے ہوئے دیکھنا، اور پھر جب طاقت آتی ہے تو عفو کا ایک ایسا نمونہ دکھانا جس کی مثال جب سے کہ دنیا قائم ہوئی ہے ہمیں نظر نہیں آتی، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی خاصہ ہے۔ پھر منافقین اور غیر تربیت یافتہ لوگوں کے مقابل پر آپؐ نے تحمل اور برداشت کا اظہار فرمایا۔ یہ بھی کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھنے والا کوئی تاریخ دان ہو تو باوجود مذہبی اختلاف کے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کی برداشت اور عفو اور ہر خلق کا نمونہ بے مثال تھا۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 14 جنوری 2011ء)

سامعین! وہ لوگ جو اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اس کی اشاعت تلوار کے زور سے ہوئی، سوچیں کہ وہ کونسی تلوار تھی جس نے دشمنانِ اسلام کے دلوں کو فتح کیا۔ بے شک یہ پیار و محبت اور عفو و درگزر کی تلوار تھی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡